Mairaj
VOL 1 ,Issue 1
https://www.mairaj.pk info@mairaj.pk

محمد اکرام
ایم۔فل اسکالر اردو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

اردو اور گوجری زبان و ادب کا تحقیقی و تقابلی جائزہ

Muhammad Ikram
M.Phil Urdu Scholar,Allama Iqbal Open University, Islamabad

A Research And Comparative Review Of Urdu And Gujri Language And Literature

There is a deep connection between Urdu and Gujri literature. This linguistic relationship is as deep and close as the relationship between these two languages is not with any other language. As a rule, the depth and commonality of the linguistic relationship between Gujri and Urdu is strikingly similar. Their simple syntactic structures, adverbs, sources, adverbial structures, prefixes, letters, idioms, words, similes, gestures, time words, personal pronouns, basic numbers, descriptive idioms, proverbs, proverbs, storage words. , techniques and closures, structure of sentences, tone and traditions, allusions and signs, and ways of thinking and feeling are common in both languages. Apart from this, the genres of speech, poetry and prose are also common. This paper represents a research and comparative review of Urdu and Gujri language and Literature.

Keywords: Relationship, Commonality, Techniques, Pronouns, Traditions,

کلیدی الفاظ: صوتیات، سیاہ چین گلشیئر، مسلم فاتحین، تغیر و تبدل

صوت یا آواز کسی بھی زبان کی وہ خاص پہچان ہے جو اس زبان کو دوسری زبان سے تمیز کرتی ہے۔ صوتیات کی دو صورتیں پائی جاتی ہیں۔ ایک اصل صورت میں جو اس زبان کے پڑھے لکھے اور ان پڑھ اصل آواز ہی میں ادا کرتے ہیں۔ یہ اصل صورت اس زبان کی پہچان ہوتی ہے۔ دوم وہ صورت جو پڑھے لکھے الگ انداز میں اور ان پڑھ اپنے انداز میں ادا کریں۔ ایسا عام طور پر اس وقت ہوتا ہے جب دو زبانوں کے الفاظ ایک دوسری میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ ان صوتیات کی چند مثال پیش خدمت ہیں۔

اصل صوتیات

اردو	گوجری	پڑھے لکھے	ان پڑھ
گھر	گھر	گھر	گھر
بہن	بہن	بہن	بہن
کشمیر	کشمیر	کشمیر	کشمیر
روٹی	روٹی	روٹی	روٹی

جنگ	جنگ	جنگ	جنگ
لڑائی	لڑائی	لڑائی	لڑائی
دودھ	دودھ	دودھ	دودھ
مکھن	مکھن	مکھن	مکھن
سُن	سُن	سُن	سُن
پڑھ	پڑھ	پڑھ	پڑھ

تبدیل صوتیات

اردو	گوجری	پڑھے لکھے	ان پڑھ
جیب	جیب	جیب	زیب
زبان	زبان	زبان	جہان
گزر	گزر	گزر	گجر
گرز	گرز	گرز	گرج
مظفر	مظفر	مظفر	مجفر
منظر	منظر	منظر	منجر
نظارہ	نظارہ	نظارہ	نجارہ

اردو گوجری زبانوں کی صوتیات کا تبادلہ کرنے سے عیاں ہوا کہ دونوں زبانوں کے اندر گہری مماثلت پائی جاتی ہے۔ اصل میں مماثلث بھی کیوں نہ ہو کہ اردو کا سارا تانا بانا گوجری زبان سے نکلا ہے لہذا صوتی نظام گوجری کے بہت قریب ہے۔

اردو	گوجری
ماں	ماں
باپ	باپ
ہم	ہم
تم	تم
یہ	یہ
وہ	وہ
مکئی	مکئی
مرچ	مرچ
بھینس	مہینس
بکری	بکری

متذکرہ بالا صوتیات میں دونوں زبانوں کے درمیان صوتی رشتہ تلاش کرنا مشکل نہیں چونکہ دونوں زبانوں کی صوتیات ایک جیسی ہیں۔ بغور مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ گوجری صوتیات بہت قدیم ہیں۔ جبکہ اردو زبان جدید ہے۔ لیکن اردو اور گوجری کا یہ لسانی باہم شیر وشکر ہیں۔ چونکہ گوجری زبان کی ایک ترقی یافتہ شکل اردو زبان ہے۔ جس کا خمیر گوجری کا ہے۔ اردو میں اگر گوجری صوتیات کا شمار کیا جائے تو ایک ختم نہ ہونے والا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس سے گوجری کی وسعت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

۲۔۴ اردو گوجری کا تہذیبی اور ثقافتی اشتراک

تہذیب سے مراد کسی قوم، ملک یا علاقے کی وہ خصوصیات ہیں جو اس قوم، ملک یا علاقے کی خاص پہچان ہوتی ہیں۔ جبکہ ثقافت سے مراد وہ طور طریقہ جس کے تحت اپنی زندگیاں گزاری جاتی ہیں۔ تہذیب و تمدن جامد خصوصیات ہیں جبکہ ثقافت متحرک خصوصیات کا نام ہے۔ کسی خاص قوم، ملک یا علاقے کے لوگوں، اقوام کے اندر ان دونوں روایات کا مطالعہ کر کے اس کے مزاج کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ ان دونوں جامد اور متحرک خصوصیات کے گرد تمام زندگی کے معمولات گردش کرتے ہیں۔ ان دونوں کے درمیان پل یا خاص تعلق پیدا کرنے والی واحد خوبی زبان ہے۔ گویا زبان تہذیب وثقافت کے درمیان واحد رابطہ ہے۔ کسی قوم یا ملک یا علاقے کے اندر ایک یا زائد زبانیں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔ ایک سے زائد زبانیں اس وقت بولی جاتی ہیں جب ایک سے زائد اقوام، ممالک یا علاقوں کے لوگ ایک جگہ مشترک رہنا شروع کرتے ہیں۔ اس کے اسباب فاتح اور مفتوح، قحط سالی، قدرتی تغیر و تبدل اور ہجرتیں ہیں، دنیا میں برصغیر ایک ایسا قطعہ زمین ہے جو ابتداء فرینش سے مختلف اقوام کی دلچسپی کا مرکز رہا ہے۔ مختلف ادوار میں مختلف اقوام آپس میں باہم دست وگریباں ہوتی رہی ہیں۔ لیکن ایک ایسی قوم اس خطہ ارض میں ہو گزری ہے یا پائی جاتی ہے جو آٹھ ہزار قبل مسیح سے لے کر آج تک اس خطہ ارض پر حاکم و محکوم چلی آرہی ہے۔ برصغیر کی تہذیب و ثقافت کی مشترک جھلک اس قوم کے اندر موجود ہے۔ اس کی اپنی تہذیب وثقافت ہزاروں سالوں سے تسلسل کے ساتھ ملتی ہے۔ جو ہندی تہذیب کی میراث ہے۔ جتنی قدیم یہ قوم ہے اتنی ہی قدیم ان کی زبان ہے۔

جس طرح قوم کے مختلف ادوار مختلف ممالک میں مختلف نام ہیں۔ اس طرح اس زبان کے بھی مختلف نام ملتے ہیں۔ برصغیر میں یہ زبان تین ہزار سال قبل سے بتدریج چلی آرہی ہے۔ یہ زبان جس کا نام گوجری ہے۔ اس کے خدوخال مہابھارت سے شکنتلا تک اور شکنتلا سے کربل کتھا تک معمولی تبدیلیوں کے سوا ایک جیسے ملتے چلے آرہے ہیں۔ اس خطہ ارض میں مختلف مذاہب، اقوام نے حکومتیں کی ہیں۔ جس کی وجہ سے مختلف زبانوں کے الفاظ اس قدیم زبان میں گھل مل چکے ہیں۔ لیکن کسی بھی زبان کی صوتیات، ہیئت، ترکیبی کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ ذخیرہ الفاظ تو بدل سکتے ہیں لیکن اصل صورت اور شکل نہیں بدلتی۔ گوجری زبان برصغیر کی واحد زبان ہے جو پورے برصغیر میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ آج سے نہیں بلکہ ہزاروں سالوں سے اسی طرح مقبول چلی آرہی ہے۔ اردو زبان کی عمر یہاں کی تمام علاقائی زبانوں کی نسبت بہت کم ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو برصغیر کے تمام لوگ بولتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اردو کی یہ خوبی گوجری کی ہے۔ چونکہ گوجری پورے برصغیر کی مشترک زبان کے الفاظ بلا مبالغہ سب سے زائد ہیں۔ اس کی ہیئت، ترکیبی اور اسماء وضمائر گوجری کے ہیں۔ لہذا یہ اشتراک فطری اور مادری ہے۔ اردو جس تہذیب وثقافت سے شروع ہوتی ہے اس کی بنیادیں گوجری ہی کی رکھی ہوئی ہیں۔ گوجری ہر مذہب، فرقے اور علاقے میں بلا امتیاز بولی جارہی ہے۔ گوجری بولنے والے اگرچہ ایک مخصوص نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن اس نسل کے لوگ دنیا کے ہر مذہب میں موجود ہیں۔ اردو جس تہذیب وثقافت سے آغاز کرتی ہے۔ باہر سے آنے والے صوفیائے کرام اور مبلغین اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں تو وہ بیرونی زبان میں یہ سلسلہ جاری نہیں کرتے بلکہ یہاں کی اس زبان کو وسیلہ اظہار بناتے ہیں جو یہاں کی مشترک اور سابقہ سرکاری اور دفتری زبان تھی۔ مسلم فاتحین سے پہلے یہاں کے حکمران غیر ملکی نہ تھے بلکہ یہاں کے مقامی تھے۔ ان کی زبان یہاں کی تھی۔ صوفیاء دوررس نظر رکھنے والے ہوتے ہیں۔ لہذا انہوں نے بھی یہاں کے مقامی رنگ ہی میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع کیا۔ امیر خسرو سے لے کر آج تک صوفیائے کرام کے ملفوظات، اقوال، شاعری اور نثر میں گوجری رنگ بہت نمایاں ہے۔ یہی رنگ اردو کا ہے۔ جناب عبدلباقی نسیم رقمطراز ہیں۔

”گوجر برصغیر کے ہر علاقے میں پھیلے مختلف زبانوں پر اثر انداز ہو کر انہیں ایک دوسرے کے قریب لائے جس کے نتیجے میں ہندوستانی یا اردو زبان نکھر کر ملکی اور قومی زبان کے درجہ کو پہنچی۔ گوجری کے اس احسان کا اعتراف بہت سے محققین و مورخین کرتے ہیں۔ لسانیات کے متعدد ماہرین اردو اور ہندی کی بنیاد گوجری کو تسلیم کرتے ہیں“۔

گوجری برصغیر کی ایک ایسی زبان ہے جو ساحل سمندر سے لے کر سیاہ چین گلشیئر تک صدیوں سے بولی جا رہی ہے۔ گوجری نے برصغیر کی ہر زبان کو متاثر کیا۔ چونکہ یہ یہاں کی عالمگیر زبان تھی۔ جو نہ صرف بلکہ افغانستان، وسط ایشیائی ریاستوں سے ہو کر شمالی اور جنوبی یورپ تک بولی جاتی ہے۔ برصغیر کی یہ چند زبانیں گوجری سے بہت متاثر ہیں۔ پنجابی، سندھی، مارواڑی، راجستھانی، میوانی، گجراتی، جودھپوری، برج بھاشا، دکنی، برج اور دیگر کھڑی بولیاں وغیرہ۔ گوجر راجستھانی ہو یا کشمیری، سواتی ہو یا چترالی، افغانی ہو یا پاکستانی یا ہندوستانی۔ ان کی زبان میں حیرت انگیز مماثلت پائی جاتی ہے۔ جس کو گوجری زبان کہتے ہیں۔ اور یہی حیرت انگیز اشتراک گوجری اور اردو کے درمیان پایا جاتا ہے۔ بلکہ قدیم گوجری جس کا سراغ شکنتلا تک تواتر سے جاتا ہے کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے و آج کی اردو اور اس گوجری میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔ محقق کو حیرت ہے کہ اردو کے ماہرین لسانیات گیارہویں صدی سے اردو کی ابتداء مسعود سعد سلمان سے شروع کرتے ہیں۔ جبکہ اردو کا رنگ وروپ گوجری کھیل شکنتلا سے ملتا ہے۔ جو کہ پہلی صدی عیسوی کا شاہکار ہے۔ قدیم اردو کے خدوخال جن کو صوفیائے کرام کی تخلیقات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ماہرین انکا سراغ پنجاب سے لگاتے ہوئے جنوبی ہند تک لے جاتے ہیں شیرانی کی ”پنجاب میں اردو“ کو سند مانتے ہیں۔ کچھ دیگر علاقائی زبانوں سے اردو کی ابتداء کرتے ہیں حقیقت میں یہ تمام علاقائی زبانیں گوجری کے علاقائی روپ ہیں۔ اردو کی اس ابتداء جو جس تہذیبی اور ثقافتی پس منظر میں دیکھا جاتا ہے اصل میں وہ تہذیب و ثقافت ہی گوجری زبان کی معراج ہے۔ چونکہ ظہور اسلام سے لے کر برصغیر میں فتح اسلام کا تین سو سالہ دور صرف سندھ اور دیبل یا ملتان تک محدود نہیں رہا بلکہ ساحل مالابار کے ذریعے تاجر مسلم اور غیر مسلم دونوں ہندوستان میں بندرگاہ کے علاوہ ہندوستانی شہروں تک عام آتے جاتے تھے اور اس تہذیب و ثقافت سے مانوس ہو چکے تھے۔ یہاں کی زبان، عادات و اطوار سے بخوبی آگاہ تھے۔ جس کی وجہ سے اسلام تیزی سے پھیلا۔ اردو کی ابتداء کا سہرا صرف مسلمانوں کے سر ہی نہیں باندھنا چاہیے بلکہ ظہور اسلام سے قبل بھی گوجری کی شکل میں موجود اردو موجود تھی۔ صرف فتح اسلام کے وقت چونکہ برصغیر کے طول و عرض میں ہندو گوجروں کی حکومتیں تھیں۔ تہذیب و ثقافت ان کی تھی جس سے نفرت پیدا کر کے اس زبان اور تہذیب و ثقافت کو صرف مسلم نام دیا گیا۔ حالانکہ وہی تہذیب و ثقافت اور اردو زبان آج تک موجود ہے۔ اکثر رواجات، رسومات، کھانے پینے کے طریقے، رہن سہن، لباس، میلے ٹھیلے، شادی بیاہ کے طور طریقے وہی ہیں۔ یہ تہذیب اسلام سے قبل بھی کئی مذاہب کی مشترکہ تہذیب رہی ہے۔ لہذا اسلام کے بعد بھی اس کو تبدیل نہیں کیا جاسکا سوائے چند کے جیسے نکاح، مسجد اور قرآن مجید کے باقی تمام وہی چیزیں ہیں جو آج تک موجود ہیں۔ عربی و فارسی رسم الخط بدلا لیکن صوتیات، ہیت، شاعری و نثر کے مزاج میں خاص فرق نہیں آیا۔ اس طرح اردو زبان اور گوجری کا اشتراک ایک فطری عمل ہے۔ جس کو اردو کے رنگ وروپ میں ترقی ملی۔ یہ رشتہ اردو اور گوجری کے درمیان جتنا گہرا ہے کسی دوسری زبان میں نہیں۔

۳۔۴ اردو اور گوجری کا مذہبی اشتراک

مذہب اور دنیا کے تمام زبانوں میں ایک ایسا عنصر ہے۔ جس کی سرپرستی حکمرانی اور علماء دونوں طبقات کرتے آرہے ہیں۔ زبان وسیلہ اظہار کا واحد ذریعہ ہے جو تحریری اور تقریری طریقوں سے نمائندگی کرتی ہے۔ قدیم ادب کا کثیر سرمایہ مذہبی ہے۔ چاہے یہ مذہب بدھ، جین مت، یہودی، عیسائی، ہندو یا اسلام۔ گوجری زبان اس خطہ ارض کی واحد قدیم زبان ہے۔ جب کے پیروکار ہر مذہب کے اندر موجود ہیں۔ مذہبی کتب میں وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ مہابھارت، گرنتھ، گیتا اور دیگر مذہبی کتب غرض قرآن مجید کی تفسیر ترجمے، احادیث، سوانح حیات، طب فلکیات، نجوم، سیاسی، معاشی ہر موضوع پر کتب اس زبان میں موجود ہیں۔ صرف رسم الخط سنسکرت، دیوناگری تھا۔ جس کے جاننے والے علماء بہت کم تھے۔ محمود غزنوی سے لے کر مغل حکمرانوں تک تمام نے اس قدیم مذہبی اور تاریخی ذخیرہ علم کو ضائع کر دیا۔ چونکہ ایک تو یہ علوم ہندو مذاہب کے تھے اور دوم سنسکرت اور دیوناگری رسم الخط سے مسلمان حاکمین ناواقف تھے۔ انہوں نے

صرف فارسی اور عربی کتب کو ہی فوقیت دی۔ جبکہ کثیر ذخائر علوم اس سے قبل کے کتب خانوں میں موجود تھیں۔ جس سے استفادہ نہیں کیا گیا۔ اس طرح سنسکرت اور دیوناگری رسم الخط نہ جاننے کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہاں کے قدیم علوم وفنون ختم ہو گئے۔ لیکن مذہب میں بھی گوجری زبان جب فارسی اور عربی روپ دھارتی ہے تو مختلف قسم کے تراجم اور تفاسیر گوجری اثرات کو نمایاں کرتے ہیں اس طرح دیگر علوم وفنون کے اندر بھی گوجری ہیت اور تراکیب کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ اس نئے تبدیل شدہ تجربے نے اردو کا روپ دھارا اور صوفیائے کرام اور علماء مشائخ نے جو ملفوظات باقی چھوڑے ہیں ان کو آج کے ماہرین قدیم اردو کا نام دیتے ہیں۔ جبکہ یہ قدیم اردو ہی دراصل گوجری ہے۔ اس سے بھی اردو اور گوجری کے مذہبی رشتے کا تعلق مضبوط ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ گویا قدیم اردو کے جو صوفیائے کرام کے نمونہ کلام پر مبنی ہے۔ وہ ایسی گوجری ہے جس میں ان کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ چند اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔ وہ گئے بالم وہ ندیو کنار آپے پار اتر گئے ہم تورہے اروار

بھائی رہے ملاجو ہم کوں پار اتار ہاتھ کا دیوں کی مندرا گل کا دیووں ہار	(امیر خسرو)	صفحہ ۱۳۸
محمد سرور پر کار رحمت اللہ بھریا باجن جیوڑا وار کر سر آکیں دھریا	(شیخ بہائو الدین باجن)	صفحہ ۱۶۴
جیسو کنبہ آنیہ منہ تھیو تیسو پند بندیں تر ہو	(شیخ عبد القدوس گنگوہی)	صفحہ ۱۶۹
بھیس بندو کے کروں سو بندگی اور بہا ہو ہو نماز گزاروں		
ہوں حاجی کعبا آہوں آپیں آپس اوپر واروں	(شاہ علی محمد جیو کام دھنی گجرات)	صفحہ ۱۷۵
رحیمی سوں رحمت کرے سو کریم		
کریمی کے سب گن دہرے سو کریم	(احمد دکنی)	صفحہ ۱۸۰
محمد یاد نہ چو کوں پڑا دن رین کر لائوں		
کھڑا فریاد ماں کو کوں محمد سا کہاں پائوں	(محبوب عالم عرف شیخ جیون)	صفحہ ۲۰۱(۲)

اگر اس قدیم اردو کو اردو ادب سے نکال دیا جائے تو پھر جدید اردو کا سراغ لگانا مشکل ہو جائے اور یہ قدیم اردو اس دور کی گوجری کا حسین پرتو ہے اس طرح اسلام کی توضیح اور تشریح کا ابتدائی سہرا گوجری زبان کے سر ہے جس کو امیر خسرو سے لے کر آج تک شمار کیا جانا چاہیے۔ اسلامی فقہ و حدیث اور ترجمہ قرآن مجید نے بیسیوں نسخے شاہ عبد القادر محدث دہلوی سے لے کر آج تک جتنے بھی ملتے ہیں ان پر گوجری اثرات اور رنگ نمایاں ہے۔ صوفیائے کرام نے جو واعظ اور نصیحتیں اپنے مرید کو دیں ان کے لیے بھی اسی زبان کو وسیلہ اظہار بنایا۔ ڈاکٹر مولوی عبد الحق کی نوشتہ اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام" اور" پنجاب میں اردو" از حافظ محمود شیرانی کی تحقیق ہو۔ ان میں جتنے بھی نمونے پیش کیے گئے ہیں وہ گوجری کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ یہی ابتدائی دور اردو کی پیدائش اور ارتقاء کا دور کہلاتا ہے۔ مذہبی اثرات گوجری پر جتنے نمایاں ہیں اتنے برصغیر کی کسی دوسری زبان پر نہیں۔ گوجری زبان و ادب پر نہ صرف اسلامی اثرات گہرے ہیں بلکہ ہندو مذہب جین مت، بدھ مت اور سکھ مذہب کے اثرات بھی نمایاں ہیں۔ جبکہ اردو پر صرف اسلامی چھاپ زیادہ ہے۔ باقی مذاہب کے اثرات بہت کم ہیں۔ البتہ اسلامی چھاپ کا حُسین دور ابتدائی دور کا اردو ادب ہے جس پر گوجری کی چھاپ بہت گہری ہے یہی اثرات ان دونوں زبانوں کے درمیان پہلا رشتہ قائم کرتے ہیں اور اردو کے خدوخال بناتے دکھائی دیتے ہیں۔

۴۔۴۔ اردو گوجری کا سیاسی وسماجی اشتراک

دنیا کی تمام زبانیں سیاسی اور سماجی ماحول کے اثرات کے تحت وجود میں آئی ہیں۔ چونکہ سیاست اس زبان کی سرپرستی کرتی ہے اور سماج اس کی پرورش کرتا ہے چونکہ حکومت ایک معاشرے پر ہوتی ہے اور معاشرے کے اندر ایک طاقتور فرد یا افراد کا گروہ انتظام وانصرام کا بندوبست کرتا ہے۔ لہٰذا وہ اس وقت تک اپنے احکام عوام تک اور عوام کے مطالبات ارباب بست وکشاد تک تبھی پہنچتے ہیں جب ان کے درمیان رابطے کے لیے ایک ایسی زبان ہو جو دونوں طبقات کے

درمیان مشترک ہو۔ کوئی حاکم اپنی زبان عوام پر مسلط نہیں کر سکتا۔ اگر کرے گا بھی تو وہ عوام کی زبان نہیں کہلاتی بلکہ خواص کی ہوتی ہے۔ جس طرح آریہ حکمرانوں نے سنسکرت کو سرکاری اور دفتری زبان استعمال کیا۔ جس کے پاؤں ان کے بکھرنے کے ساتھ ہی اکھڑ گئے اس طرح مسلم فاتحین کی عربی اور فارسی زبانیں بھی اس برصغیر میں عوامی زبان کا درجہ حاصل نہ کر سکیں۔ اور ہزار سال سرکاری اور دفتری زبان رہنے کے باوجود آج مفقود ہیں۔ اس طرح انگریزوں نے نوے سال تک انگریزی کا سکہ چلایا۔ اور اس کے بعد حکمران طبقے نے اس کو سرکاری اور دفتری زبان کی حیثیت دے رکھی ہے۔ لیکن آج پاکستان وہندوستان میں ایک فیصد عوام کی زبان بھی یہ نہیں بن سکی۔ جس سے ثابت ہوا کہ زبان جس خطہ سے جنم لیتی ہے وہ اسی کی وہتی ہے۔ دوستے خطےمیں اس کے قدم نہیں جمتے۔ گوجری برصغیر کے عوام وخواص کی زبان تھی اور اس کو سرکاری اور دفتری زبان نافز کرنے والے حکمران بھی اسی خطے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے اس کو کوشش کے باوجود بھی ختم نہیں کیا جاسکا۔ اردو گوجری کا ایک ترقی یافتہ روپ یا شاخ ہے۔ جس کی ابتداء اور ارتقاء میں گوجری زبان وادب نے اپنا شیر پلا کر جوان کی۔ پچھلی پانچ صدیوں میں وسیع ذخیرۂ علم وادب اس کے اندر جمع ہوا جس کی بدولت یہ دنیا کی ایک ترقی یافتہ زبان بن گئی ہے۔ لیکن سامراجی قوتیں اس کو سرکاری اور دفتری زبان تسلیم کرنے سے آج تک قاصر ہیں۔ اردو کی ابتدائی نشو ونما کا سہرا ان حکمرانوں کو جاتا ہے جنہوں نے فارسی کے بجائے گوجری (اردو) کو سرکاری اور دفتری زبان قرار دیا۔ یہ حکمران شاہان گوجرات ہیں جو مغلیہ حکمرانوں کے قبضہ سے پہلے ہندوستان پر قابض تھے۔ پھر شاہانِ گوجرات کے زوال کے بعد شاہانِ دکن جن میں عادل شاہی اور قطب شاہی حکمران تھے انہوں نے گوجری کو سرکاری اور دفتری زبان نافذ کیا۔ اور دورانِ عربی وفارسی رسم الخط میں وسیع ذخیرۂ کتب جمع ہو گیا۔ جس کو ختم کرنا اہل دھلی وپنجاب کے لئے مشکل تھا۔ لہٰذا ایک وقت پھر ایسا آیا کہ یہ عوامی زبان عوام میں دوبارہ پذیرائی حاصل کرنے لگی۔ اور خاص کر فارسی کے مدمقابل شعر وادب کی زبان میں مسلمہ بن کر ابھری۔ پھر اسکے نام کو مٹانے کے لیے کبھی اس کو ریختہ کا نام دیا گیا، کبھی برج بھاشا کا، کبھی کھڑی بولی اور کبھی ہندی کا نام دیا گیا۔

بالا آخر اردو معلی اور پھر اردو پر آکر زور ختم ہوا لیکن پھر بھی جس طرح گوجری کے نام سے بیر تھا اردو کو بھی اسی حیثیت سے دیکھا یہ اشتراک ان میں بہت نمایاں ہے کہ معاشرے نے تو ہمیشہ گوجری اور اردو کو سینے سے لگایا لیکن حکمرانوں نے اس کو ہمیشہ حقارت کی نظر سے دیکھا پاکستان جو کہ مسلمانوں کی ریاست ہے اور اردو پر یہ الزام کہ یہ مسلمانوں کی زبان ہے کہ باوجود اس کو سرکاری اور دفتری زبان کی حیثیت نہ دی گئی جس طرح مسلم فاتحین نے یہاں کی مفتوح زبان گوجری کو دور رکھا اس طرح گوجری کے بطن سے پیدا ہونے والی اردو کو بھی مسلم حکمرانوں نے آج تک دور رکھا۔ اور اس کو سرکاری اور دفتری زبان کی حیثیت سے پاکستان میں نافذ نہ کیا اور غیر ملکی زبان انگریزی کو اپنی ترقی کا راز قرار دیا جارہا ہے۔ لہٰذا سیاسی اور سماجی قدریں اردو اور گوجری کو جتنی مشترک ہیں اتنی کسی دوسری زبان کی نہیں اور یہ اشتراک اردو اور گوجری کے لسانی رشتہ کو صدیوں سے ثابت کر رہا ہے۔ بقول رام پرشاد کھٹانہ

> ”دراصل سارے اردو دان اس بات پر متفق ہیں کہ گوجری کو اردو سے زیادہ تعلق ہے اور مسلمانوں کی آمد ان علاقوں میں ہوئی جہاں پر گوجر یا تو حکومت کرتے تھے یا آباد تھے اور وہاں پر گوجری زبان بولی جاتی تھی۔ مثلاً پنجاب میں محمود غزنوی کے زمانہ میں گوجر حکمران تھے۔ گجرات کاٹھیاواڑ گوجروں کا گڑھ رہا ہے۔ جس کا ٹھیک مطلب یہ نکالا جا سکتا ہے کہ ان علاقوں میں جہاں مسلمان بعد میں آئے گوجری پہلے ہی موجود تھی اور مسلمانوں نے گوجری کو اپنا لیا۔ اسی باہمی میل ملاپ سے گوجری کی ادبی شکل اردو وجود میں آئی“۔ (۳)

اوم پرکاش صراف کے بقول

> ”محققین نے مختلف خطوں سے اردو کا ناطہ جوڑتے ہوئے پنجاب میں اردو سندھ میں اردو، دکن میں اردو، بنگال میں اردو، مشرقی بنگال میں اردو، بلوچستان میں اردو اور گجرات میں اردو جیسی کتابیں لکھیں۔ اگر تعصب کی عینک اتار کر جنوبی ایشیاء اصل تاریخ کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے اور اردو کی ابتدائی واصل کے سلسلہ میں کسی بھی علاقے کے حوالے سے اور کسی

بھی رُخ سے پرکھا جائے تو متذکرہ تمام خطوں کی اردو کے ڈانڈے گوجری زبان سے ملتے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ ان سب خطوں پر گوجروں نے طویل عرصہ تک حکومت کی اور آج بھی وہاں کی آبادی کا غالب عنصر گوجر النسل قبائل پر مشتمل ہے"۔(۴)

ان متذکرہ دونوں حوالہ جات کے علاوہ سینکڑوں ماہرین زبان وادب کے خیالات ان سے ملتے جلتے پائے جاتے ہیں جن سب کا یہاں ذکر کرنا مشکل ہے۔لہذا ان ہی حوالہ جات پر انحصار کرتے ہوئے ان بحث کو سمیٹتے ہیں کہ اردو اور گوجری دراصل ایک ہی زبان کے دو روپ ہیں۔ جو خالص رہی وہ گوجری ہے اور جس میں دوسری زبانوں کے ذخیرہ الفاظ زیادہ داخل ہوئے وہ اردو کہلائے جانے لگی۔ اس کے علاوہ ان دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں پایا جاتا۔

۴۔۵ اردو اور گوجری زبان وادب کا اشتراک

مجموعی جائزہ لیا جائے تو اردو اور گوجری ادب کے درمیان بہت گہرا تعلق ہے۔ اس لسانی تعلق کو جتنا گہرا اور قریبی رشتہ ان دونوں زبانوں کا ہے اتنا دوسری کسی زبان سے نہیں۔ اصول قواعد کے مطابق گوجری اور اردو کے لسانی رشتے کی گہرائی اور اشتراکیت حیران کن حد تک مماثل ہے۔ ان کی صرفی نحوی تراکیب، فعلی مادوں، مصادر، فعلی تراکیبوں، لاحقوں سابقوں، حروف جار، کلمات استفہامیہ، کلمات، تشبیہہ، کلمات اشارات، کلمات زمانی، شخصی ضمائر، اعداد بنیادی، اعداد توصیفی محاورات، ضرب الامثال، کہاوتیں، ذخیرہ الفاظ، تراکیب وبندش، جملوں کی ساخت لہجے اور روایات، تلمیحات واشارات، اور طرز فکر واحساس دونوں زبانوں میں مشترک ہیں۔ اس کے علاوہ اصناف سخن شعری ونثری بھی مشترک ہیں۔ جیسے ملفوظات، قول، رسالہ، چکی نامہ، فالنامہ، قصہ، دوہا، سورٹھ، کافی، چوپائی، سی حرفی، دھرپد اور بشن پد، جکری، خیال، شبد شلوک، ساکھی، نکتے، مکاشفہ، عقدہ، ریختہ اور ملمع، غزل، نظم اور مثنوی، جھولنا، آنکھ مچولی، سوال و جواب، قصیدہ، مرثیہ، حمد ونعت، دعا، نثری اصناف میں کہانی، قصہ، ناول، ڈرامہ، افسانہ، سوانح نگاری، مضمون، تنقید، انشائیہ، روداد، رپورٹ تاژ، انشاء پردازی، سفر نامہ الغرض اردو اور گوجری کی تمام اصناف سخن مشترک ہیں۔ ان میں قدیم اصناف تو خالص گوجری کی ہیں جبکہ جدید اصناف دوسری زبانوں سے ان دونوں میں آئی ہیں۔

الغرض اردو اور گوجری کا لسانی رشتہ جتنا گہرا ہے اس کو مزید گہرائی میں جا کر تحقیق کی اشد ضرورت ہے۔ صرف ایک پہلو سے ان کے درمیان پائی جانے والی مشترک قدریں تلاش کرنا مشکل ہے۔ محقق امید کرتا ہے کہ آئندہ کے محققین اگر اس موضوع پر کام کریں تو اس کی چھان بین بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے جذبہ محبت اور صادق کی ضرورت ہے۔ تاکہ دونوں زبانوں کے درمیان وہ گرہیں جو پس منظر میں ہیں ان کو بھی منظر پر لا کر جانچا اور پرکھا جائے اور سچائی کی تلاش کو مقدور بھر پورا کیا جائے۔

اردو اور گوجری کی مشترک قدریں ہشت پہلو ہیں۔ ان سب پر ایک وقت میں کام کرنا مشکل ہے۔ البتہ اگر جذبہ صادق ہو تو کافی حد تک کامیابی ممکن ہے۔ لسانی لحاظ سے جس بھی سمت سے پرکھا جائے ان دونوں میں لسانی رشتہ موجود پایا جاتا ہے۔ چاہے وہ قواعد کے لحاظ سے ہو یا ادب کے لحاظ سے حیرت انگیز حد تک ان میں مماثلث پائی جاتی ہے۔ ان متذکرہ بالا اشتراک کے علاوہ دیگر اشتراک بھی پائے جاتے ہیں۔ محقق طوالت کے خوف سے سب پر رائے نہیں دے۔ امید ہے کہ ماہرین لسانیات متذکرہ بالا بحث سے اتفاق کرتے ہوئے آئندہ کے محقق پر باقی ذمہ داری سونپیں گے۔

اس تحقیق مقالہ میں جو بحث کی گئی ہے امید ہے کہ یہ اردو زبان وادب کو بہتر انداز میں سمجھنے میں معاون اور مددگار ثابت ہو گی۔ اور اردو کی ابتداء وارتقاء کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ بھی ہو گا۔

حوالہ جات

۱۔ ماہنامہ گوجر گونج۔ پبلشرز۔ عبدالباقی نسیم۔ اومنی پرنٹرز۔ رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ لاہور۔ شمارہ اگست ۱۹۹۶ء، صفحہ ۱۳

۲۔ شیرانی محمود حافظ۔ پنجاب میں اردو حصہ اول۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد ۱۹۸۸ء صفحہ ۱۳۸ تا ۲۰۱

۳۔ ایڈووکیٹ محمد اشرف چوہدری اردو کی خالق گوجری زبان۔ ناشر چوہدری محمد اشرف ایڈووکیٹ ہائی کورٹ F8 / مرکز ڈسٹرکٹ کورٹس معرفت پوسٹ بکس نمبر ۱۴۸۷ جی۔ پی۔ او اسلام آباد۔ طبع اول ۱۹۹۸ء صفحہ ۲۸۶ تا ۲۸۸

۴۔ ایضاً صفحہ ۳۰۶ تا ۳۰۷